Al-Abṣār (Research Journal of Fiqh & Islamic Studies)
ISSN: 2958-9150 (Print) 2958-9169 (Online)
Published by: Department of Fiqh and Shariah, The Islamia University of Bahawalpur.
Volume 03, Issue 01, January-June 2024, PP: 92-111
DOI: https://doi.org/10.52461/al-abr.v2i2.2427
Open Access at: https://journals.iub.edu.pk/index.php/al-absar/about

کرنسی کی مختلف مروجہ صورتیں اور معاصر فقہاء کرام کی آراء

Different Prevalent Modes of Currency and Views of Contemporary Jurists

Hafiz Ateeq Ur Rehman
Visiting Lecturer, SZIC, University of the Punjab, Lahore.
hafizateeq0@gmail.com

Abstract

Currency is an important medium to be used by man and it has been part of human history since day one. There have been lots of means to exchange goods for desired items and this has created a solid monetary system among societies. The exchanging medium being the vital part of the trade market has been a central part of discussion among scholars, jurists, theologians and legal bodies too. They have explained in detail every necessary dimension and highlighted the value of currency considering the historical patterns. Thus, in this paper all the modes of currency are included to be discussed. i.e. commodity, metallic, paper, token and plastic money, and all the famous opinions of scholars and jurists are gathered and presented to get a clear understanding of the value and status of the currency being used. Shariah standard for each type of currency and certain limitations regarding there are also mentioned in this research. A reader gets satisfying information about the medium of exchange and leaves with zero ambiguity about their legislative or juristic position in Islam.

Keywords

Finance, Trade, Currency, Paper Note, Cheque, Promissory Note, Bill of exchange, Bonds, Bank Cards, Virtual Currency.

All Rights Reserved © 2022 This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

1 موضوع کا تعارف

اسلام وہ دین ہے جو ہر زمانے کے حالات اور تقاضوں سے مطابقت رکھتا ہے۔ انسانی معاشرے میں باہمی لین دین کے لیے "زَر" کی حیثیت ریڑھ کی ہڈی کی سی ہے، بلکہ باہمی معاملات کا مدارِ اصلی زَر ہی ہے۔ کرنسی، جس پر مالی معاملات کا دارومدار ہے، انسانی تاریخ میں غیر معمولی حیثیت کی حامل رہی ہے اور مختلف ادوار میں مختلف مراحل سے گزرتے ہوئے آج "النقدية"(Paper Money) اور" العملة الورقية "(Paper currency) یا کاغذی نوٹوں کی کرنسی کے نام سے موسوم ہے۔[1] فقہ اسلامی میں نقد کا ادھار کی ضد، یعنی خرید ار وغیرہ کا فوراً عوض ادا کر دینا کے معانی کے لیے استعمال ہوا ہے۔ مثلاً فلاں اپنا مال نقد اتنے میں اور ادھار اتنے میں بیچتا ہے۔ کرنسی نوٹ، بینک نوٹ، کاغذی زر ایک ہی چیز ہے، جس کو عربی میں نقد کہا جاتا ہے، جس کے لغوی معنی ہیں: خلاف النسئية، وهو الاعطاء والقبض[2] نقد ادھار کے خلاف ہے، یعنی دینا اور قبضہ کرنا۔ اسی طرح "اوراق النقدية" یا" النقود الورقية" یا" الانواط" جبکہ اردو میں "زر" اور انگریزی میں "Money" کہتے ہیں۔[3] یعنی ہر وہ چیز جو زر کے فرائض سر انجام دے زر کہلاتی ہے۔[4]

المعجم الوسیط میں کرنسی / نقد کے اصطلاحی معنی کو یوں بیان کیا گیا ہے:

> النقد (في البيع) خلاف النسيئة و يقال: درهم نقد جيد لا زيف فيه (ج) نقود۔ والعملة من الذهب أو الفضة و غيرهما مما يتعامل به و فن تميز جيد الكلام من ردئيه و صحيحه من فاسده۔ [5]
>
> خرید وفروخت میں نقد کا معنی ہے جو ادھار نہ ہو۔ عمدہ قسم کا درہم جس میں کھوٹ نہ ہو کو "درہم نقد" کہا جاتا ہے، اس کی جمع نقود آتی ہے اور نقد اس کرنسی کو کہتے ہیں جس کے ذریعے لین دین ہوتا ہے، خواہ سونے کی بنی ہو یا چاندی کی یا ان کے علاوہ کسی دوسری چیز سے، عمدہ اور ردی، صحیح اور فاسد کلام کے مابین امتیاز کرنے کے فن کو بھی نقد کہتے ہیں۔

اقتصادی ماہرین نقد کی تعریف یوں بیان کرتے ہیں: "ان النقد ثلاث خصائص متى توفرت فى مادة ما اعتبرت هذه المادة نقدا۔ الأولى ان يكون وسيطاً للتبادل۔ الثانية ان يكون مقياساً للقيم۔ الثلاثة ان يكون مستودعاً للثروة"6(نقد کے تین خواص ہیں، وہ جس مادہ میں بھی پائے جائیں وہ زر شمار ہو گا۔ اول: ذریعہ مبادلہ ہو، دوم: اشیاء کی قیمتوں کے لیے معیار ہو، سوم: دولت محفوظ کرنے کا ذریعہ ہو۔)

"Money may be defined as the means of valuation and of payments: as both the unit of account and the generally accepted medium of exchange."[7]

درج بالا تعریفات کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ کرنسی سے مراد ہر وہ چیز ہے جو کہ عرفاً آلہ مبادلہ کے طور پر استعمال ہو، دیگر اشیاء کے معیار / قدر کو جانچنے کا پیمانہ ہو، اس کے ذریعے مالیت کو محفوظ کیا جاسکتا ہو اور مستقبل میں لین دین کے معیار کے طور پر استعمال کیا جاسکتا ہو۔

2 کرنسی کی اقسام

جسٹس مفتی محمد تقی عثمانی کے مطابق کرنسی کی دو اقسام ہیں:

2.1 محدود قانونی زر

جس میں خاص حد تک قانونی ادائیگی کی جاسکتی ہے۔ زائد مقدار دی جائے گی تو قانوناً اسے لینے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا، جیسے چونی، اس کو اردو میں "محدود زر قانونی" کہا جاتا ہے اور عربی میں "عملة قانونية محدودة" اور انگریزی میں Limited Legal Tender کہا جاتا ہے۔

2.2 غیر محدود قانونی زر

جس میں قانوناً ادائیگی کی کوئی حد مقرر نہ ہو، مثلاً دھات کا سکہ وغیرہ۔ اسے اردو میں "غیر محدود زر قانونی" کہا جاتا ہے اور عربی میں "عملة قانونية غير محدودة" اور انگریزی میں Unlimited Legal Tender کہا جاتا ہے۔[8]

2.3 فقہی حکم کے لحاظ سے زر کی اقسام

فقہی احکام کے لحاظ سے زر کی دو اہم اقسام ہیں:

2.3.1 ثمن خلقی

جس کا ثمن ہونا طبعی اور خلقی طور پر ہو، گویا اس کی تخلیق ہی ثمن ہونے کے لیے ہوئی ہے، جیسا سونا چاندی، خواہ کسی بھی شکل میں ہوں۔

2.3.2 ثمن عُرفی یا اصطلاحی

جس میں ثمنیت لوگوں کے باہمی تعامل اور عرف کی وجہ سے پیدا ہوئی ہو، جیسا کہ آج کل کے کاغذی نوٹ اور کرنسی۔[9]

2.4 کرنسی کی مختلف شکلیں

کرنسی نے اپنی تاریخ میں مختلف شکلیں اختیار کی ہیں جو درج ذیل ہیں:

2.4.1 سامانی کرنسی (Commodity Money)

ابتدائی انسانی معاشروں میں سامان کے بدلے سامان کی خرید و فروخت کا طریقہ بطور کرنسی رائج تھا۔

2.4.2 دھاتی کرنسی (Metallic Money)

یہ سونے اور چاندی کی دھات سے بنی بہتر صفات کی حامل کرنسی ہے، تاہم مختلف وجوہات کی بنا پر لوگوں کا اس سے اعتماد کم ہوتا گیا، یہاں تک کہ کاغذی کرنسی نے اس کی جگہ لے لی۔

2.4.3 معاون کرنسی (Token Money)

یہ کرنسی کم قیمت ریزگاری پر مشتمل ہوتی ہے اور اساسی سکہ کی اکائی کے اجزاء کے طور پر جاری ہوتی ہے، اس کا استعمال صرف چھوٹی خرید و فروخت کے تبادلہ تک محدود رہتا ہے۔ یہ کوئن سکے چاندی، نکل، برونز اور کاغذ کے بھی ہوسکتے ہیں۔

2.4.4 کاغذی کرنسی (Paper Money)

کاغذی کرنسی دھاتی کرنسی کے مقابل اجراء میں کم خرچ، زیادہ بہتر طریقہ سے ذخیرہ اندوزی کے قابل اور حکومت کے کنٹرول میں ہونے کی وجہ سے فائق ہے۔[10]

2.4.5 پلاسٹک کرنسی (Plastic Cards)

شریعہ سٹینڈرڈز کے مطابق کارڈز مندرجہ ذیل اقسام پر مشتمل ہیں:

1) کریڈٹ کارڈ (Credit Card)
2) ڈیبٹ کارڈ (Debit Card)
3) چارج کارڈ (Charge Card)[11]

2.5 کاغذی کرنسی کی انواع اور فقہاء کرام کی آراء کا جائزہ:

کاغذی کرنسی کی پانچ انواع ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

2.5.1 کرنسی نوٹ (Currency Note)

نوٹ کی حقیقت کے بارے میں علمائے کرام کے مختلف موقف تھے اس لیے استنباط احکام میں بھی اختلاف واقع ہوا۔ نوٹ، بینک نوٹ اور کاغذی زر (Paper Money) ایک ہی چیز ہیں، جس کو عربی میں "الاوراق النقدیۃ "یا"النقود الورقیۃ"یا"الانواط"کہتے ہیں۔[12]

2.5.1.1 پہلا موقف

ہندوستان کے بہت سے علماء کی رائے کے مطابق نوٹ بذاتِ خود مال نہیں ہیں بلکہ مال کی رسید ہیں۔[13] مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نوٹ کو رسید ہی تسلیم کرتے ہیں لہذا لکھتے ہیں:

> ''نوٹ کے ہم جنس یا غیر جنس ہونے کی تحقیق اس وقت مفید ہے جب وہ خود مبیع ہو۔ نوٹ کا لین دین بیع نہیں بلکہ خود حوالہ ہے اور ظاہر ہے محتال بہ میں کمی بیشی رِبا ہے اور یہ بٹّہ حرام ہے۔''[14]

یعنی نوٹ بینک میں سونے کی شکل میں رکھے گئے مال کی رسید ہیں چنانچہ اگر کوئی شخص کسی کو نوٹ دیتا ہے تو وہ دراصل بینک کے پاس اپنے اُس دین (قرض) کو دوسرے شخص کے حوالے کر رہا ہوتا ہے اور یہ وہی قرض ہے کہ جس کے بارے میں نوٹ پر لکھا ہوتا ہے "حامل ہذا کو مطالبہ پر ادا کرے گا۔"

2.5.1.2 دوسرا موقف

ایک روپے کا نوٹ خود مال ہے اور دوسرے بڑے نوٹ اس کی رسیدیں ہیں کیونکہ ایک روپے کا نوٹ حکومت چھاپتی ہے اور باقی نوٹ سٹیٹ بینک چھاپتا ہے۔ اس کے علاوہ بڑے نوٹوں پر تو یہ لکھا ہوتا ہے "حامل ہذا کو مطالبہ پر ادا کریگا" لیکن ایک روپے کے نوٹ پر یہ نہیں لکھا ہوتا۔[15] یہ نظریہ بھی درست معلوم نہیں ہوتا۔ کیونکہ حکومت بڑے نوٹ چھاپنے میں اس بات کو مد نظر نہیں رکھتی کہ چھوٹے نوٹ کتنی تعداد میں ہیں اور دوسرا یہ کہ بڑے نوٹوں اور ایک روپے کے نوٹ میں عملی طور پر کوئی فرق نہیں ہے۔ دونوں ایک ہی طرح ہر جگہ قابلِ قبول ہیں بلکہ اکثر تو بڑے نوٹ ہی قابل ترجیح ہوتے ہیں۔ لہذا ایک روپے کے نوٹ کو اصل مال شمار کرنا اور بڑے نوٹوں کو اس کی رسیدیں سمجھنا درست نہیں۔

2.5.1.3 تیسرا موقف

عرب علماء کے مطابق نوٹ سونے اور چاندی کے قائم مقام ہیں اس لیے ان پر اب بیع صرف کے احکام جاری ہوں گے۔

چنانچہ اردن کی مجلس مجمع الفقہ الاسلامی نے نقود کے احکام کے موضوع پر بحث کرنے کے بعد یہ قرار داد منظور کی: انہا نقود اعتبارية فيها صفة الثمنية كاملة ولها الاحكام الشرعية المقررة للذهب والفضة من حيث احكام الربا والزكوة والسلموسايراحكامهما[16] (یہ نقود اعتباری ہیں اور ان میں ثمنیت کی صفت مکمل طور پر پائی جاتی ہے اور ان کے لیے ربا، زکوۃ، سلم وغیرہ کے وہی شرعی احکام ہیں جو سونے اور چاندی کے لیے مقرر ہیں۔ مولانا تقی عثمانی کے مطابق اکثر علمائے عرب کی رائے یہ ہے کہ نوٹ ذھب اور فضہ کے قائم مقام ہے، جو احکام سونے، چاندی کے ہیں وہی نوٹوں کے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سونا چاندی تو آلہ تبادلہ نہیں رہے۔ ان کی جگہ اب نوٹوں نے لے لی ہے لہذا زکوۃ، بیع، صرف اور ربا وغیرہ تمام مسائل میں نوٹوں کا حکم سونے، چاندی والا ہو گا۔[17] چنانچہ ہر قسم کے نوٹوں کا آپس میں کمی بیشی اور ادھار کے ساتھ تبادلہ بغیر حیلے کے ناجائز ہے۔ لہذا اس موقف کو سامنے رکھا جائے تو دنیا میں کرنسی کا جتنا بھی لین دین ہو رہا ہے وہ سب ناجائز ہو جائے گا۔ اس لیے کہ جب نوٹ سونے کے قائم مقام ہو گئے تو ان نوٹوں کا کمی بیشی کے ساتھ تبادلہ بھی ناجائز ہو جائے گا۔

2.5.1.4 چوتھا موقف

نوٹ چونکہ سونے کے حکم میں ہے لہذا مختلف کرنسیوں کے لین دین میں بیع صرف کے احکامات کو تو مد نظر رکھا جائے گا لیکن ہم مختلف ممالک کی کرنسیوں کے آپس میں لین دین میں حکومت کے متعین کردہ ریٹ کو دیکھیں گے۔ چنانچہ مولانا مجاھد الاسلام لکھتے ہیں:

> حکومت نے مختلف غیر ملکی رقوم ڈالر، پونڈ اور ریال وغیرہ کی ہندوستانی روپے کے لحاظ سے قیمت متعین کر دی ہے۔ اس قیمت کا تعین دراصل ہر ملک کے پاس موجود "سونے" کے لحاظ سے ہوتا ہے۔ فرض کیجئے کہ امریکی ڈالر کی قیمت ہندوستانی سکے سے آٹھ روپے ہو تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ ہندوستان کے آٹھ روپے سے جس قدر سونا خرید کیا جاسکے گا اسی قدر امریکی ایک ڈالر سے خریدا جاسکے گا۔ یہاں ڈالر اور روپیہ سے مقصود اُس کا کاغذ نہیں بلکہ اُس کی قانونی قدر و قیمت ہے۔ اس لیے سرکاری سطح پر جس سکے کی جو قدر متعین ہے اس سے زیادہ میں لینا یا دینا جائز نہ ہوگا۔ مثلاً ڈالر کی قیمت سرکاری طور پر آٹھ روپے ہے اور اُس کو دس روپے میں فروخت کیا جائے تو یہ سود میں داخل ہو گا۔[18]

2.5.1.5 پانچواں موقف

نوٹوں کے بارے میں پانچویں رائے جو سب سے بہتر معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ نوٹ اس وقت فلوس کا حکم اختیار کر گئے ہیں۔ فلس اس سکے کو کہتے ہیں جو سونا چاندی کے علاوہ کسی اور دھات مثلاً تانبے، پیتل وغیرہ سے بنا ہو۔ فلوس کی ذاتی قیمت ان کے اوپر لکھی گئی قیمت (Face Value) سے کم ہوتی ہے۔ یعنی اگر پانچ روپے کا سکہ ہے تو اس کی دھات کو اگر بازار میں بیچا جائے تو وہ پانچ روپے

سے کم میں فروخت ہو گا۔اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ اگر ایک ہی ملک کے نوٹ ہیں تو ان میں تفاضل تو حرام ہو گا،یعنی ایک کے بدلے میں دو لینا لیکن ان کے ذریعے سے اگر سونے کی بیع کی جائے تو وہ جائز ہو گی۔اس لیے کہ یہ بیع صرف نہیں کہلائے گی کیونکہ بیع صرف میں دونوں طرف حقیقی سونے کا ہونا ضروری ہے۔[19] جبکہ یہاں ایسا نہیں ہے، صرف ایک طرف سونا ہے اور نوٹ کی پشت پر سونا نہیں اس لیے تقابض فی المجلس بھی ضروری نہیں۔یہ رائے مولانا تقی عثمانی صاحب کی ہے،ان کے فتوے کے مطابق نوٹوں میں بیع صرف کے احکام تو جاری نہ ہوں گے البتہ ربا کے احکام جاری ہوں گے۔یعنی تفاضل حرام ہو گا کہ ایک ہی ملک کے دو نوٹوں کو ایک نوٹ کے بدلے میں بیچا جائے جبکہ سب ایک ہی مالیت کے نوٹ ہوں۔مثلاً دو روپوں کو ایک ہی نوٹ کے بدلے میں بیچا جائے۔

2.5.1.6 کرنسی نوٹوں پر زکوۃ کا حکم

جمہور فقہاء کرام (حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ) کے نزدیک کرنسی نوٹوں پر زکوۃ واجب ہے۔چونکہ کرنسی نوٹ ملکی خزانہ میں دَین قوی (یعنی سونا چاندی) کے قائم مقام ہیں یا دین کی دستاویزات ہیں، یا یہ بنک بلٹی ہیں اور ان کی قیمت بنک پر بطور دین (قرض) ہے۔البتہ حنبلی فقہاء کرام کے نزدیک کرنسی نوٹوں میں اس وقت تک زکوۃ نہیں ہو گی جب تک بالفعل معدنی کرنسی سے ان نوٹوں کو تبدیل نہ کر لیا جائے، ان حضرات نے کرنسی نوٹوں کو دین کے قبضہ پر قیاس کیا ہے۔لیکن حق بات یہ ہے کہ کرنسی نوٹوں پر ہر حال میں زکوۃ واجب ہے، چونکہ اب ان کی حیثیت اشیاء کے ثمن (قیمت) کی سی ہو گئی ہے اور سونے سے لین دَین ممنوع ہو چکا ہے۔چنانچہ کوئی ملک بھی کاغذی کرنسی کے بدلہ میں معدنی کرنسی کو دینا، روا نہیں سمجھتا۔حضرات حنابلہ کا نوٹوں کو دَین پر قیاس کرنا بھی صحیح معلوم نہیں ہوتا، کیونکہ یہ ایسا دَین ہے جس سے دائن (قرض دینے والا) کسی قسم کا نفع نہیں اٹھا سکتا، نیز فقہاء کرام نے دین پر قبضہ ہونے کے بعد زکوۃ واجب کی ہے۔جبکہ کرنسی نوٹوں کا حامل بالفعل ان سے نفع اٹھا سکتا ہے چونکہ اب ان کی حیثیت ثمن (قیمت) کی سی ہے۔لہذا کرنسی نوٹوں میں عدم زکوۃ کا قول کسی طرح صحیح نہیں ہے۔بلاشبہ عدم وجوب زکوۃ کا قول اجتہادی خطاء ہے، جس کا انجام یہ ہے کہ اموال زکوۃ کی ایک اہم قسم پر زکوۃ نہ ہو، پس قطعی طور پر کرنسی نوٹوں پر زکوۃ واجب ہے اور ان میں ڈھائی فیصد واجب ہے۔[20]

احمد عبد الرحمن البنا الساعاتی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

> ”میرے نزدیک صحیح بات جس پر میں اللہ کے حضور جوابدہ ہوں وہ یہ ہے کہ زکوۃ کے وجوب اور اس کی ادائیگی کے مسئلہ میں ان کاغذی نوٹوں کا حکم بھی بعینہٖ سونے چاندی کے حکم کی طرح ہے۔اسی لیے لوگوں میں ان نوٹوں کا لین دین بالکل اسی طرح جاری ہے جس طرح سونے چاندی کا لین دین رائج ہے اور نوٹوں کے مالک کو اس کا بالکل اختیار ہے کہ جس طرح چاہے ان کو خرچ کرے اور ان کے ذریعے اپنی ضروریات کو پورا کرے۔لہٰذا جو شخص نصاب کے مقدار ان نوٹوں کا مالک بن جائے اور اس پر سال گزر جائے تو اس پر زکوۃ واجب ہو جائے گی۔“ [21]

ڈاکٹر وہبہ الزحیلی اس حوالے سے لکھتے ہیں:

عصر حاضر کے کثیر علماء کرنسی نوٹوں کی زکوۃ کے لیے چاندی کے نصاب کو بنیاد بناتے ہیں کیونکہ چاندی کے نصاب میں فقراء ومحتاجین کا زیادہ فائدہ ہے اور اس میں دینداری کے لحاظ سے احتیاط بھی زیادہ ہے۔ دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ چاندی کے نصاب پر اجماع ہے اور سنتِ صحیحہ سے اس کا ثبوت ہے۔[22]

جمہور فقہاء کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کرنسی نوٹوں پر زکوۃ واجب ہے۔ البتہ اس میں معمولی سا اختلاف ہے کہ کرنسی نوٹوں پر زکوۃ سونے کے نصاب (جو کہ 85 گرام کے برابر ہے) کے اعتبار سے دی جائے یا چاندی کے نصاب (جو کہ 595 گرام ہے) کے حساب سے دی جائے۔ لہٰذا کرنسی نوٹوں میں زکوۃ تبھی واجب ہو گی جب ان کی مقدار شرعی نصاب تک پہنچ جائے، سال بھی گزر جائے اور قرضہ سے بھی فارغ ہو، یہی انصاف پسندی کا مسلک ہے۔

2.5.2 چیک (Cheque)

زمانہ قدیم میں لوگ اپنی رقم کو سناروں کے پاس امانتاً جمع کرواتے تھے تاکہ بوقت ضرورت اس رقم کے برابر رقم سناروں سے طلب کی جاسکے۔ چیک کو عربی لفظ "صک" سے اخذ کیا گیا ہے جس کا مطلب ہے امانتی تحویل کی دستاویز۔ اسلام کے ابتدائی ایام میں صک کی دستاویز سے مراد ایسی تحریر ہے جس میں کسی شخص کو جو عموماً بینک ہوتا ہے، کو ہدایت جاری کی جاتی ہے کہ کسی خاص شخص کو مقرر رقم ادا کر دی جائے۔23 اسلامی تاریخ میں صحابہ کرام کے دور سے ہی چیک رائج تھا اور "صک" کہلاتا تھا۔ حضرت عمرؓ نے سب سے پہلے چیک جاری کیے اور ان کے نیچے مہر لگائی تھی۔24 اسی طرح حضرت ابووائل (تابعی) ارشاد فرماتے ہیں کہ ابنِ زیاد نے مجھے بیت المال کا عامل مقرر کیا۔ ایک شخص ایک چیک / صک کے لیے میرے پاس آیا جس میں درج تھا کہ "مطبخ کے داروغہ کو آٹھ سو درہم ادا کر دو۔"[25]

2.5.2.1 چیک کی شرعی حیثیت

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی گئی کہ انہوں نے مروان سے کہا تم نے سودی تجارت حلال کر دی ہے؟ مروان نے جواب دیا: میں نے ایسا کیا کیا ہے؟ احللت بيع الصكاك، " وقد نهى رسول اللهﷺعن بيع الطعام حتى يستوفى"، قال: فخطب مروان الناس، فنهى عن بيعها، قال سليمان: فنظرت إلى حرس ياخذونها من ايدي الناس[26].

(ابوہریرہؓ نے فرمایا: تم نے ادائیگی کی رسید (چیک) کی خرید و فروخت حلال کر دی جبکہ اللہ کے نبی ﷺ نے کامل قبضے سے قبل سامان بیچنے سے منع فرمایا ہے۔ کہتے ہیں، اس پر مروان نے خطبہ دے کر لوگوں کو چیک کی بیع سے منع کیا۔ سلیمان نے کہا: میں نے محافظوں کو دیکھا وہ انہیں لوگوں کے ہاتھوں سے واپس لے رہے تھے۔)

چیک کی شرعی تکییف میں مختلف اقسام اور مختلف حالات کی وجہ سے علماء کے مختلف نظریات کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

چیک میں چیک لکھنے والا عام طور پر مدیون ہوتا ہے اور مستفید (Beneficiary) دائن (Creditor) ہوتا ہے۔ لہذا مدیون بینک کے لیے چیک لکھتا ہے اور اس کو دائن کو دیتا ہے تاکہ اس کا قرضہ چُک جائے، پھر کبھی مدیون کا بینک میں بیلنس ہوتا ہے اور کبھی نہیں ہوتا بلکہ اوور ڈرافٹ (Over Draft) کا معاملہ ہوتا ہے، لہذا ان دونوں حالتوں کا حکم لکھا جاتا ہے:

پہلی حالت: اگر چیک لکھنے والا خود اپنے اکاؤنٹ میں سے رقم نکلواتا ہے تو یہ محض اپنا قرض وصول کرتا ہے جسے "استیفاء دَین" کہتے ہیں۔ لہذا اگر محرر چیک مستفید کا مدیون ہو اور وہ چیک لکھ کر مستفید کو دے دے تو یہ دائن کا حوالہ ہے، بمقابلہ مدیون، یہ شرعاً درست ہے اور اس سے مدیون کا ذمہ فارغ ہو گا۔

دوسری حالت: یہ کہ جب محرر کا بینک میں کوئی بیلنس نہ ہو اور یہ "سحب علی المکشوف" (Over Draft) ہو اور محرر مستفید ایک مدیون ہو، دائن یعنی مستفید یہ چیک بینک کو پیش کرتا ہے تاکہ وہ اپنی قیمت وصول کرے تو یہ صورت بھی حوالہ کی ہے، لیکن اس میں محتال الیہ محیل کا مدیون نہیں ہے، اسی وجہ سے فقہاء کی اصطلاح کے مطابق اس کو "حوالہ علی البری" کہتے ہیں اور یہ بھی جائز ہے، بینک اگر چیک قبول کرے، تو گویا اس نے حوالہ قبول کر لیا، تو اس کا ذمہ محال کے لیے مشغول ہو جائے گا اس رقم کے ساتھ جو محال کو محول کے ساتھ ذمہ واجب ہے اور محول بینک کا مدیون ہو جائے گا۔[27]

- اگر محرر کا بینک میں بیلنس موجود ہے اور وہ خود اپنے لیے بینک سے چیک کے ذریعے پیسے نکلواتا ہے تو یہ محض "استیفاء دَین" ہے۔
- اگر محرر کا بینک میں بیلنس موجود ہے اور محرر کسی اور کو چیک دیتا ہے اور وہ محرر کا دائن ہے تو یہ مدیون کے مقابلے میں دائن کا حوالہ ہے۔
- اگر محرر کا بینک میں بیلنس موجود نہیں ہے اور محرر اپنے لیے بینک سے رقم نکلواتا ہے تو یہ قرض کا معاملہ ہے کہ بینک مقرض ہے اور محرر مستقرض ہے۔
- اگر محرر کا بینک میں بیلنس نہیں اور محرر کسی اور کو چیک لکھ کر دیتا ہے اور وہ محرر کا دائن ہے تو یہ بھی حوالہ ہے۔[28]

سو یہ کہا جاسکتا ہے کہ بعض صورتوں میں چیک کا معاملہ حوالہ کے زمرے میں آجاتا ہے اس لیے مطلقاً چیک میں حوالہ کی نفی درست نہیں اور اس کو ہر حال میں محض رسید قرار دینا اور اس معاملے کو محض وکالت قرار دینا محل نظر ہے اور "جب تک فقیر اس کو کیش نہ کروائے اس وقت تک اس سے زکوۃ ادا نہیں ہو گی، نیز چیک سے سونا چاندی کی خریداری جائز نہیں" کا حکم بظاہر اس وقت ہے جبکہ سونا یا چاندی پر بھی مجلس عقد میں قبضہ نہ ہو ورنہ اگر سونے یا چاندی پر مجلس عقد میں قبضہ پایا جائے تو یہ معاملہ درست ہونا چاہیے کیونکہ چیک میں درج شدہ رقم کوئی کرنسی ہو گی اور کرنسی کے ساتھ سونے چاندی کا ادھار معاملہ درست ہے کیونکہ کہ یہ بیع صَرف میں داخل نہیں ہے۔

2.5.3 پرامیسری نوٹ (Promissory Note)

پرامیسری نوٹ ایک تحریری دستاویز ہے (بینک نوٹ یا کرنسی نوٹ کے علاوہ)، اس میں غیر مشروط دعویٰ کیا جاتا ہے کہ

رقم کی ایک معین مقدار کسی مخصوص شخص کو ادا کی جائے گی اور اس پر اقرار نامہ لکھنے والے کے دستخط موجود ہوتے ہیں۔29

2.5.3.1 پرامیسری نوٹ کی شرعی حیثیت

ارشاد ربانی ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى فَاكْتُبُوهُ[30]۔ اے ایمان والو! جب آپس میں لین دین کیا کرو تو اسے لکھ لیا کرو۔ علامہ غلام رسول سعیدی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ: فقہاء کا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اس آیت میں دَین کے معاملہ کو لکھنے کا جو حکم دیا گیا ہے یہ حکم استحباب، ہماری خیر خواہی، ارشاد اور دِین و دنیا میں احتیاط کے لیے ہے۔ لہذا پرامیسری نوٹ بنانا شرعاً جائز ہے۔[31] پرامیسری نوٹ کے بارے میں شریعہ سٹینڈرڈز میں درج ہے:

> The permissibility of a promissory note is by considering it acknowledgement of debt, as Allah has commanded the security of debts.[32]

پرامیسری نوٹ کی اجازت کی بنیاد یہ ہے کہ یہ قرض کی قبولیت کی دستاویز ہے اور اللہ تعالیٰ قرضوں کی ضمانت کا حکم دیتا ہے۔ گویا شرعی تقاضوں کے مطابق پرامیسری نوٹ تحریر کرنا شرعاً جائز ہے، لیکن اس کو بدلِ صَرف یا راس المال بنانا اور فیس ویلیو سے زیادہ پر فروخت کرنا جائز نہیں۔

2.5.4 بل آف ایکسچینج (Bill of Exchange)

مالیاتی دستاویزات کی ایک شکل ہُنڈی (سفتجہ) بل آف ایکسچینج ہے۔ یہ ایک شخص کی جانب سے دوسرے کے نام تحریری حکم نامہ ہے، جس میں یہ ہدایت کی جاتی ہے کہ مندرجہ ذیل رقم کسی تیسرے شخص کو ادا کی جائے۔ جب کوئی تاجر اپنا مال فروخت کرتا ہے تو خریدار کے نام بل بناتا ہے، بعض اوقات اس بل کی ادائیگی کسی آئندہ تاریخ میں واجب ہوتی ہے۔ اس بل کو دستاویزی شکل دینے کے لیے مدیون اس کو منظور کر کے اس پر دستخط کر دیتا ہے کہ میرے ذمہ فلاں تاریخ کو اس بل کی ادائیگی واجب ہے۔ اس کو عربی میں "کمبیالہ" اردو میں "ہُنڈی" اور انگریزی میں "Bill of Exchange" کہتے ہیں۔ بل آف ایکسچینج میں ادائیگی کی جو تاریخ لکھی ہوتی ہے اس تاریخ کے آجانے کو عربی میں " نضج الكمبياله " اور انگریزی میں Maturity کہتے ہیں۔ ہُنڈی میں لکھا ہوا دَین تو مدیون سے تاریخ ادائیگی آنے پر ہی لیا جا سکتا ہے، مگر دائن کو فوری طور پر رقم کی ضرورت ہوتی ہے تو کسی تیسرے شخص کو وہ بل دے کر لکھی ہوئی رقم لے لیتا ہے اور بل کی پشت پر دستخط کر کے اس کے حقوق اس تیسرے شخص کی طرف منتقل کر دیتا ہے۔ تیسرا شخص اس لکھی ہوئی رقم میں کٹوتی بھی کرتا ہے۔ مثلاً ہنڈی پر ایک ہزار روپے لکھے ہوئے ہیں وہ ۹۵۰ روپے دیتا ہے، اس عمل کو عربی میں "خصم الکمبیالہ" اور انگریزی میں Discounting of Bill of Exchange اور اردو میں بٹّہ لگانا کہتے ہیں اور ہُنڈی کی پشت پر جو دستخط کیے جاتے ہیں اس کو عربی میں "تظہیر"، انگریزی میں Endorsement اور اردو میں "عبارت ظہری لکھنا" کہتے ہیں۔ ہُنڈی پر بٹّہ لگانے کی شرح (Maturity) (نضج

الکمبیالہ) کو مد نظر رکھ کر طے ہوتی ہے۔ تاریخ ادائیگی جتنی قریب ہوتی جائے، بٹہ لگانے کی شرح کم ہوتی جاتی ہے۔[33]

بل آف ایکسچینج کی شرعی حیثیت: مالی دستاویزات کے متعلق تین امور خاص طور پر تنقیح طلب ہیں:

- **باھمی لین دین کے وقت ان کو لکھنے کا حکم:** لین دین کے وقت ان کی تحریر میں شرعاً کوئی امر مانع نہیں بلکہ بعض حالات میں تحریر شریعت کا تقاضا ہے۔ یہ اصل میں دَین (Debt) کی دستاویز ہے۔ ڈاکٹر علامہ عمر بن عبد العزیز المترک کے مطابق ان دستاویزات کی تحریر میں شرعاً کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ یہ یا تو قرض کی دستاویزات ہیں جیسا کہ پرامیسری نوٹ ہے، اطمینان کے لئے شرعا اس کی تحریر کا مطالبہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اے ایمان والو! جب آپس میں لین دین کیا کرو تو اسے لکھ لیا کرو) یا حوالہ ہے جیسا کہ ہُنڈی ہے یا حوالہ اور وکالہ ہے جیسا کہ چیک ہے اور اس میں حکم دینے والا ڈیپازٹر ہوتا ہے اور بینک کی حیثیت مقروض کی ہے اور تیسرے شخص کی حیثیت یا تو محال یا حق کی وصولی کے لیے وکیل کی ہے اور یہ سب جائز ہے۔ البتہ بیع سَلم کی صورت میں ہُنڈی کا استعمال درست نہیں۔[34]
- **بینک کے ذریعے ان کی وصولی اور اس پر بینک کے معاوضے کی شرعی حیثیت:** ان دستاویزات کی وصولی میں بینک کی خدمات حاصل کرنے اور اس کے بدلے بینک کو کمیشن دینے میں شرعاً کوئی حرج نہیں کیونکہ اس صورت میں بینک وصول کنندہ کا وکیل ہوتا ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر علامہ عمر بن عبد العزیز المترک لکھتے ہیں کہ بظاھر یہ کاروائی شرعی طور پر جائز ہے کیونکہ بینک جو کمیشن لیتا ہے وہ وصولی کی خدمات سرانجام دینے کی اجرت یا حق محنت ہے۔ علاوہ ازیں وصولی کی کاروائی اور ادائیگی کے نوٹس وغیرہ بھیجنے پر اخراجات بھی آتے ہیں۔ لہذا بینک کو اپنی خدمت کی اجرت اور اخراجات وصول کرنے کا حق ہے۔[35]
- **میعاد پوری ہونے سے قبل ہُنڈی پر بٹہ لگانے کا حکم:** ہنڈیوں کی جو رقم ہنڈی والوں کو واجب الادا ہوتی ہے اگر بینک اس کو ادائیگی کے مقرر وقت سے قبل ادا کرتے ہیں تو بٹہ کاٹتے ہیں۔ تمام فقہاء اس کو ناپسند کرتے تھے۔ اس پر فقہاء کی کوئی متفقہ رائے نہیں ہے۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ مکہ میں لوگوں کی جانب سے ہُنڈی بناتے تھے اور ان کے بھائی مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ جو کہ عراق میں گورنر تھے ہُنڈی کی رقم لوگوں کو ادا کرتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق اس میں کوئی حرج نہیں۔36 بل آف ایکسچینج Bill of exchange بیچنا اور درج شدہ قیمت Face value سے کم میں خرید نا جائز نہیں، البتہ حقیقی قیمت کا اعتبار کرتے ہوئے بطریق حوالہ دوسرے کو منتقل کرنا درست ہے۔[37] الغرض ہُنڈی لکھنا اور بینک کی وساطت سے اس کی وصولی کرنا شرعاً جائز ہے جبکہ فقہاء ہُنڈی پر بٹہ لگانے اور نفع حاصل کرنے کو ناپسند کرتے ہیں۔

2.5.5 بانڈز (Bonds)

بانڈز جس کو عربی میں "سندات (سند کی جمع)" کہا جاتا ہے، ایک دستاویز ہے جو باہمی لین دَین کے قابل ہوتی ہے۔ یہ خریدار کو سند فراہم کرتی ہے کہ خریدار کی لگائی رقم واپس ملے گی اور یہ قرض دینے کا ایک ثبوت ہے، دوسرے فوائد اس کے علاوہ ہوتے ہیں جو مال کی مدت پوری ہونے پر ملتے ہیں۔ بالفاظ دیگر بانڈ ایک دستاویز ہے جس پر قرض کی حد لکھی ہوتی ہے جو مقررہ تاریخ پر حامل کو مل سکتی ہے اور یہ مقررہ فائدہ کی ایک نظیر ہے۔[38] مولانا محمد تقی عثمانی صاحب "کتاب البیوع" میں سندات (Bonds) کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "بانڈز نامی سندات مالی دستاویزات کی ایک قسم ہیں اور یہ سند ہے کہ مدیون نے حامل سے مخصوص رقم بطور قرض لی ہے اور وہ مقررہ وقت پر اصل رقم کچھ زیادتی کے ساتھ حامل کو ادا کرے گا۔"[39]

2.5.5.1 بانڈز کی شرعی حیثیت

بانڈ خواہ کسی بھی قسم کا ہو، یہ سودی ہوتا ہے اور اس کا لینا قیمت اصلیہ کے علاوہ کمی بیشی کے ساتھ ناجائز ہے۔ پھر انعام کے نام پر جو رقم ملتی ہے وہ بھی سود اور ناجائز ہے، یہی جمہور فقہاء کا موقف ہے۔40 اور یہی مجمع الفقہ الاسلامی الجدہ کی قرارداد کا حاصل ہے۔ علمائے معاصرین (شیخ شلتوت، ڈاکٹر محمد یوسف قرضاوی، ڈاکٹر عبد العزیز الخیاط، ڈاکٹر علی السالوس، ڈاکٹر علی المرزوقی) اس کو قمار رِبوٰ (سود) قرار دے کر ناجائز کہتے ہیں۔[41]

3 پلاسٹک کرنسی کی انواع اور فقہاء کرام کی آراء

3.1 بینک کارڈز

کارڈ کو عربی میں" بطاقه "کہتے ہیں اس کی جمع" بطاقات "ہے۔[42] معروف عربی لغت "المنجد" کے مطابق: بطق البطاقة ج بطائق: الرسالة/ الورقة/ "بطاقة الثوب": رقعة صغيرة فيها ثمنه (آرامية)–[43] معجم الوسیط" کے مطابق: (البطاقة): الرقعة الصغيرة من الورق وغيره - يكتب عليها بيان ما تعلق عليه-[44]

شریعہ سٹینڈرڈز کے مطابق کارڈز مندرجہ ذیل اقسام پر مشتمل ہیں:

1۔ کریڈٹ کارڈ (Credit Card) 2۔ ڈیبٹ کارڈ (Debit Card) 3۔ چارج کارڈ (Charge Card)[45]

3.1.1 کریڈٹ کارڈ (Credit Card)

کریڈٹ کارڈ کو عربی میں بطاقة الائتمان کہا جاتا ہے، جس کا لغوی معنی ہے: اعتبار، اعتماد اور قرض کا کارڈ۔[46] کریڈٹ کارڈ کو عربی میں" بطاقة اعتماد مصرفية " بھی کہا جاتا ہے۔[47] لغت کے مطابق کریڈٹ کارڈ کے لغوی معنی: کھاتے میں جمع کرنا، یقین کرنا، تسلیم کرنا، ماننا۔[48] کریڈٹ کارڈ سے مراد وہ قرض ہے جو حامل کارڈ اپنی ضروریات خریدنے

یا رقم حاصل کرنے کے لیے استعمال کرتا ہے، پھر بعد میں وہ یہ قرض ادا کر دیتا ہے۔ اگر سارا قرض معینہ مدت میں ادا نہ کرنا چاہے تو اسے قسطوں میں بمع سود ادا کرتا ہے۔[49] جدید معاشیات میں کریڈٹ کارڈ کا مطلب یہ ہے کہ: قارض مقروض کو ایک مہلت دے جس کے ختم ہونے تک مقروض اپنے قرض کی ادائیگی کرے۔[50]

3.1.1.1 کریڈٹ کارڈ کی شرعی حیثیت

کریڈٹ کارڈ در حقیقت قرض کا کارڈ ہے اور اس میں تاخیر پر جرمانہ وصول کیا جاتا ہے، جو زمانہ جاہلیت کے مطابق سود "اما ان تقفی اما ان تربی" کے مشابہ ہے، جس سے قرآن نے سختی سے روکا ہے۔ لہٰذا ان کا استعمال شرعاً جائز نہیں۔ اسلامی فقہ اکیڈمی کی جنرل کونسل کا اجلاس منعقدہ مسقط بتاریخ 14 تا 19 محرم الحرام 1425ھ بمطابق 6 تا 11 مارچ 2004ء میں مندرجہ ذیل قرارداد منظور کی گئی:

- ایسے کریڈٹ کارڈ جن کے پیچھے مکمل مارجن ہو "مغطاة" کا اجراء اور اس پر لین دین جائز ہے، بشرطیکہ مؤخر ادائیگی پر فائدہ دینے کی شرط نہ رکھی جائے۔
- مکمل مارجن والے کریڈٹ کارڈ کے بدلے میں سونا، چاندی اور کرنسی خریدنا جائز ہے۔
- اداروں کو حامل کارڈ کو حرام امتیازی سہولیات سے نوازنا جائز نہیں جیسے کمرشل انشورنس، شرعاً ممنوع مقامات میں داخل ہونے کی سہولت وغیرہ۔ البتہ جائز امتیازی سہولیات سے نوازنا جائز ہے، جیسے خدمات پر حصول کی ترجیحی اولیت، نرخوں میں ارزانی وغیرہ کی شرعاً کوئی ممانعت نہیں۔
- کریڈٹ کارڈ کا متبادل دینے والے اسلامی مالی اداروں کو چاہیے کہ متبادل جاری کرنے میں سود سے بچنے کے لیے شرعی ضوابط کی پابندی کریں۔[51]

کریڈٹ کارڈ کا استعمال چند شرائط کے ساتھ جائز ہے:

- حامل اس بات کا پورا اہتمام کرے کہ وہ معین مدت سے پہلے پہلے ادائیگی کر دے گا اور کسی وقت بھی سود کی عائدگی کی نوبت نہیں آنے دے گا۔[52]
- حامل کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس کارڈ کو غیر شرعی امور میں استعمال نہ کرے۔ بہتر ہے کہ انتہائی ضرورت کے علاوہ اس کارڈ کو استعمال نہ کرے۔[53]
- کریڈٹ کارڈ کا استعمال صرف حالت اضطرار میں جائز ہے، یعنی ایسی ادائیگی جو صرف کریڈٹ کارڈ کے ذریعے ہوتی ہو۔[54]
- مفتی حمید اللہ جان نے اپنے فتوے میں مذکورہ بالا گنجائش کا ذکر نہیں کیا اور مطلقاً حرمت کا فتویٰ دیا ہے۔[55]
- مفتی احسان اللہ شائق تحریر کرتے ہیں: کریڈٹ کارڈ کی خرید اور استعمال فی نفسہ تو جائز ہے، بشرطیکہ پہلے سے اکاؤنٹ کھلوالیا جائے تاکہ کارڈ جاری کرنے والا ادارہ اپنا قرضہ وہاں سے وصول کرلے۔ انتہائی احتیاط کرنی چاہیے کہ جاری کردہ بلوں کی

قیمت مقررہ مدت کے اندر ادا کر دینی چاہیے تاکہ ان پر سود بہر حال لاگو نہ ہو سکے کہ سود کا ادا کرنا حرام ہے، ہاں کارڈ کے اجراء کی فیس ادا کرنا جائز ہے کیونکہ وہ سود کے زمرے میں نہیں آتی۔ مفتی محمد تقی عثمانی کا بھی یہی موقف ہے۔[56]

- کریڈٹ کارڈ کی مروجہ صورت چونکہ سودی معاملہ پر مشتمل ہے، لہٰذا کریڈٹ کارڈ یا اس قسم کے کسی کارڈ کا حاصل کرنا جائز نہیں اور حرام ہے۔[57] لہٰذا اگر کارڈ ہولڈر حرام شرطوں کو تطبیق دینے سے احتیاط کرتا ہے تو اس پر کارڈ کے استعمال اور اس کے معاہدہ پر دستخط کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، اس لیے کہ وہ شرعی طور پر باطل کے حکم میں ہے۔[58]
- شریعہ سٹینڈرڈز کے مطابق:

> It is not permissible for an institution to issue credit cards that provide an Interest-bearing revolving credit facility, whereby the card holder pays interest for bearing allowed to pay off the debt in instalments.[59]

حاصل بحث یہ ہے کہ کریڈٹ کارڈ میں سود کا عنصر پایا جاتا ہے جو کہ شرعاً ناجائز ہے۔ تاہم حالت اضطرار میں کریڈٹ کارڈ کا استعمال جائز ہے، جب ایسی صورت ہو کہ ادائیگی کرنی ہو اور وہ صرف کریڈٹ کا کارڈ کے ذریعہ ہی ہوتی ہو۔

3.1.2 ڈیبٹ کارڈ (Debit Card)

ڈیبٹ کا مطلب قرض/ادھار کسی کے ذمہ لکھنا ہے۔[60] ڈیبٹ کارڈ (بطاقة الحسم الفوری) سے مراد ایسا کارڈ ہے جو صِرف اس کو جاری کیا جاتا ہے جس کا اس بینک میں، جس سے کارڈ لیا جارہا ہے، بیلنس موجود ہو۔ جب اس کارڈ کے ذریعے خریداری کی جاتی ہے تو اس کے اکاؤنٹ سے اتنی رقم از خود متعلقہ تاجر کے کھاتے میں منتقل ہو جاتی ہے۔ یعنی اس کارڈ کا حامل اصل میں اپنی رقم ہی استعمال کرتا ہے، بینک صرف اس پر سروس چارجز وصول کرتے ہیں۔ ڈیبٹ کارڈ کا حامل اپنے بیلنس سے زائد خریداری نہیں کر سکتا الا یہ کہ بینک کی طرف سے پیشگی اجازت ہو۔ یہ کارڈ عموماً ملک کے اندر ہی استعمال ہوتا ہے۔ اس میں ادائیگی میں تاخیر اور جرمانہ کا اندیشہ نہیں ہوتا۔[61] اس کارڈ کے ذریعے نقد رقم نکالی جاسکتی ہے، سامان بھی خرید کیا جاسکتا ہے، خدمات جیسے ہوٹل میں رہائش، ہوائی جہاز میں سفر کی سہولت وغیرہ کی اجرت بھی ادا کی جاسکتی ہے۔[62]

3.1.2.1 ڈیبٹ کارڈ کی شرعی حیثیت

ڈیبٹ کارڈ کے حامل کا اکاؤنٹ ہوتا ہے اور اشیاء کی خریداری یا اجرت کا معاوضہ دیتے ہوئے حاملِ کارڈ کے کھاتہ سے ڈائریکٹ رقم کاٹی جاتی ہے اور کارڈ تب تک قابل استعمال ہے جب تک اکاؤنٹ میں رقم موجود رہتی ہے۔[63] بعض علماء کے نزدیک جب کوئی شخص ڈیبٹ کارڈ کے ذریعے خریداری کرتا ہے تو وہ دکاندار کو بینک کے حوالے کرتا ہے کہ آپ یہ بل مجھ سے وصول کرنے کی بجائے بینک سے وصول پالیں۔ اصطلاح میں اس کو حوالہ کہا جاتا ہے جو کہ جائز ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: اذا تبع احدکم علی ملی فلیتبع .[64] "جب تم میں سے کسی کو مالدار کے حوالہ کیا جائے تو وہ حوالے ہو جائے۔"

اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کی قرارداد کے مطابق ڈیبٹ کارڈ کے ذریعے خرید وفروخت اور رقم کی منتقلی درست اور جائز ہے۔ نیز ڈیبٹ کارڈ کے حصول اور استعمال کے لیے جو رقم ادا کی جاتی ہے وہ کارڈ کا معاوضہ اور سروس چارج ہے، اس لیے اس کا ادا کرنا جائز ہے۔[65] شریعہ سٹینڈرڈز میں درج ہے:

It is permissible for institutions to issue debit cards, if the cards holder does not exceed the balance available on his account and no interest charge arises out of the transaction.[66]

خلاصہ یہ کہ ڈیبٹ کارڈ عوام کی سہولت کے لیے جاری کیا جانے والا کارڈ ہے جس کی مدد سے خریداری کے ساتھ نقد رقم نکلوائی جا سکتی ہے۔ خریداری کی صورت میں واجب الادا رقم کارڈ ہولڈر کے اکاونٹ سے ڈائریکٹ تاجر کے اکاؤنٹ میں منتقل کر دی جاتی ہے اور اس طرح ٹرانزیکشن مکمل ہو جاتی ہے۔ فقہاء کرام اس بات پر متفق ہیں کہ ڈیبٹ کارڈ جاری کرنا، اس کا استعمال کرنا اور بینک کا خدمات فراہم کرنے کے عوض میں فیس وصول کرنا شرعاً جائز ہے۔

3.1.3 چارج کارڈ(Charge Card)

دورِ حاضر میں کارڈ کی ایک اہم اور رائج شکل چارج کارڈ ہے۔ چارج کارڈ کو عربی میں " بطاقة الائتمان العادية" یا "بطاقة الخصم الشهري" کہا جاتا ہے۔ اس کارڈ میں مقررہ مدت کے اندر مکمل ادائیگی ضروری ہوتی ہے جس میں قسط کی صورت میں ادائیگی کی سہولت نہیں ہوتی، تاخیر کی صورت میں جرمانہ وصول کرنے کے علاوہ کارڈ منسوخ بھی کیا جا سکتا ہے۔67 چارج کارڈ میں قرض کی آخری حد معلوم ہوتی ہے اور کارڈ ہولڈر پر اس کی ادائیگی مہینے کے آخر میں لازم ہوتی ہے یا پھر مختصر معیاد کے تحت جبکہ کریڈٹ کارڈ میں اس قسم کی کوئی شرط نہیں ہوتی اور کارڈ ہولڈر کو یہ اجازت ہوتی ہے کہ وہ رقم کی ادائیگی کسی اور معین وقت پر کر دے۔[68]

3.1.4 ورچوئل کرنسی

انٹرنیشنل مونیٹری فنڈ (آئی ایم ایف) کے نزدیک ورچوئل کرنسی کی تعریف یوں ہے:

VCs are digital representations of value, issued by private developers and dominated in their own unit of account."[69]

3.1.4.1 ورچوئل کرنسی کی شرعی حیثیت

شرعی احکام کے لاگو ہونے کے لیے کسی کرنسی میں مندرجہ ذیل شرائط کا پایا جانا ضروری ہے:

1. اس کا مکمل انتقال ہوتا ہو، فقط ایک نام سے دوسرے نام پر تبدیل نہ ہوتی ہو۔
2. یہ اپنا مکمل وجود رکھتی ہوں صرف کسی رجسٹر میں ایک ریکارڈ کی شکل میں موجود نہ ہو۔

3. اس کا استعمال بلاک چین یا اس جیسے کسی مضبوط طریقہ کار کے مطابق ہوتا ہو کہ لوگوں کے اموال ضائع نہ ہوں۔
4. اس کے بنانے سے لے کر استعمال تک کوئی اضافی غیر شرعی چیز (مثلاً ملٹی لیول مارکیٹنگ وغیرہ) موجود نہ ہو۔
5. ہر لین دین کے عمل کے شفاف ہونے کا مضبوط طریقہ کار ہو تا کہ لوگ دھوکے اور ضرر سے محفوظ رہیں۔
6. عوام کے علاوہ اہل فن اور اہل شرع اس کے سسٹم کی مضبوطی اور لین دین کی درستگی پر اعتماد کرتے ہوں۔
7. حکومت وقت نے اسے کسی مصلحت کی وجہ سے ممنوع قرار نہ دیا ہو۔[70]

3.1.4.2 ورچوئل کرنسیوں کا حکم

ورچوئل کرنسیاں اپنا الگ وجود رکھتی ہیں، انہیں محفوظ کیا جاسکتا ہے اور منتقل کیا جاسکتا ہے۔ لوگ انہیں مال سمجھتے ہیں لہذا یہ مالیت رکھتی ہیں اور شرعاً ان کے انتفاع سے کوئی مانع بھی موجود نہیں ہے۔ ان کی جنس، صفت اور مقدار کا معلوم ہونا بھی ممکن ہے اور یہ اپنے اصلی مالک کے مکمل اختیار اور قبضے میں ہوتی ہیں۔ یہ ان تمام شرائط کو پورا کرتی ہیں جو بیع میں مبیع یا ثمن میں پائی جانی ضروری ہیں لہذا جب تک ان کا تعامل ہو تو یہ ثمن بننے کی صلاحیت رکھتی ہیں اور جب تعامل یا عرف موجود نہ ہو تو انہیں مبیع بھی بنایا جاسکتا ہے۔ یہ عموماً مائننگ کے عمل سے وجود میں آتی ہیں لیکن یہ ضروری نہیں ہے۔ شرعاً اس کی تخریج "جعالہ" پر کی جاسکتی ہے جو فقہائے مالکیہ، حنابلہ اور شوافع کے نزدیک جائز ہے۔[71]

4 خلاصہ بحث

کرنسی سے مراد ہر وہ چیز ہے جو عرفاً آلہ مبادلہ کے طور پر استعمال ہو، دیگر اشیاء کے معیار اور قدر کو جانچنے کا پیمانہ نہ ہو، اس کے ذریعے مالیت کو محفوظ کیا جاسکتا ہو اور اسے مستقبل میں لین دین کے معیار کے طور پر استعمال کیا جاسکتا ہو۔ کرنسی کا استعمال تخلیق انسانی کے بعد سے اس کو زمین پر بھیجنے سے لیکر اب تک جاری ہے، کرنسی کا نظام اجناسی زر، دھاتی زر، سکوں، فلوس اور کاغذی زر سے ہوتا ہوا موجودہ دور میں چیک، پرامیسری نوٹ، بل آف ایکسچینج، بانڈز، کریڈٹ کارڈ، ڈیبٹ کارڈ، چارج کارڈ ودیگر مختلف اشکال میں رائج ہے اور بڑھتی ہوئی ٹیکنالوجی کے پیش نظر ورچوئل کرنسی کا استعمال بھی بڑھتا جارہا ہے۔

کرنسی ایک عالمگیر اصطلاح ہے اور موجودہ دور میں تجارت اور لین دین میں اس کی مختلف اقسام اور صورتیں رائج ہیں الغرض معاشی نظام کی بقاء واستحکام میں کرنسی کا بڑا عمل دخل ہے۔ اسلامی نقطہ نظر سے علماء وفقہائے کرام نے اس بارے میں امت کی رہنمائی کی ہے اور جدید دور میں کرنسی کی شرعی حیثیت اور اس کے احکامات کو بیان فرمایا ہے۔

حوالہ جات

[1] اسلامک فقہ اکیڈمی، طویل مدتی قرض اور موجودہ کرنسی، ایفا پبلیکیشنز، نئی دہلی، ۲۰۰۱ء، ص: ۵۷
Islāmic Fiqh Ācad'emī, Ṭavīl Muddatī Qarz Āur Mojudah Currencī, New Dehlī, 2001, Ṣ:57
[2] طویل مدتی قرض اور موجودہ کرنسی، ص: ۵۸
Ṭavīl Muddatī Qarz Aur Mojuda Currencī, Ṣ:58
[3] مفتی محمد تقی عثمانی، اسلام اور جدید معیشت و تجارت، مکتبہ معارف القرآن، کراچی، ۲۰۱۲ء، ص: ۱۱۵
Muftī Muḥammad Taqī Usmanī, Islām Āur Jadīd Ma'iyyshat o Tījarat, Maktaba Muarīf al Quran, Karachi, 2012, Ṣ:115
[4] Rana Safdar Hussain, Money, Banking and Credit, Ilmi Kitab Khana, Lahore, 1972, p 3
[5] ابراہیم مصطفیٰ، احمد حسن الزیات وغیرہم، المعجم الوسیط، المکتبۃ العلمیۃ، طہران، س ن، ۹۵۳/۲
Ibrahīm Muṣṭafā, Āhmad Ḥassan Āẓīyāt wa ghyruhum, Āl Mu'jam Āl Wasīṭ, Ālmaktabah Āli'lmīyah, Ṭuhran, Ṣ.N, 953\2
[6] مجلۃ البحوث الاسلامیۃ، عدد ا، ص: ۲۰۰
Mujallah Āl Buhus Āl Islamīyah, Eda, Ṣ:200
[7] Dewalt Kewal Krishan, Modern Economics Theory, S. Chand, Delhi, 1983, Ṣ :409
[8] اسلام اور جدید معیشت و تجارت، ص: ۱۱۶؛ شیخ عطاء اللہ، زر اور بنک داری، کشمیر بازار، لاہور، ۱۹۵۴ء، ص: ۴۴
Islam Āur Jadīd Ma'īshat o Tijārat, Ṣ:116, Shaikh Āṭā Ullah, Ẓarr Āur Bank Darī, Kashmīr Bāzār, Lahore, 1954, Ṣ: 44
[9] مولانا ڈاکٹر عصمت اللہ، زر کا تحقیقی مطالعہ، ادارۃ المعارف، کراچی، ۲۰۰۹ء، ص: ۴۳، ۴۲
Maulānā Dr. Iṣmat Ullāh, Ẓarr kā Teḥqīqī Muṭal'ah, Idarat ul Ma'ārif, Krāchī, Ṣ: 43, 44
[10] طویل مدتی قرض اور موجودہ کرنسی، ص: ۱۶۰-۱۶۲
Ṭavīl Muddatī Qarḍ āur Mojuda Karransī, Ṣ:160-162
[11] شریعہ سٹینڈرڈز، ص ۲۷؛ زر کا تحقیقی مطالعہ، ص ۳۹۰
Sharī'ah St'andard'z, Ṣ:76; Ẓarr kā Teḥqeeqī Mutal'ah, Ṣ:390
[12] مفتی محمد تقی عثمانی، کاغذی نوٹ اور کرنسی کا حکم، میمن اسلامک پبلشرز، کراچی، ۱۹۹۳ء، ص: ۱۷
Muftī Taqī Usmanī, Kaghzī Not' or Currencī kā Hukm, Myman Islamic Publishers, Karachī, 1993, Ṣ:17
[13] مفتی کفایت اللہ، کفایت المفتی، کتاب الصرف، دارالاشاعت، کراچی، ۲۰۰۱ء، ۱۱۲/۸
Muftī Kafāyat Ullāh, Kafayat āl Muftī, Kitab Us Ṣarf, Dār ul Ashā't, Karāchī, 2001, 112\8
[14] مولانا اشرف علی تھانوی، امداد الفتاویٰ، مکتبہ دار العلوم، کراچی، ۲۰۰۳ء، ۸۰/۳
Maulānā Āshraf Ālī Thānvī, Imdād ul Fatāwa, Makatbah Dār ul Uloom, Karāchī, 2003, 80\3
[15] مفتی محمد تقی عثمانی، اسلام اور جدید معیشت و تجارت، مکتبہ معارف القرآن، کراچی، ۲۰۰۳ء، ص: ۱۰۵
Muftī Taqī Usmanī, Islām or Jadīd Ma'īshīat w Tijārat, Maktabah M'āraf ul Qurān, Karāchī, 2003, Ṣ:105
[16] مجلس مجمع الفقہ الاسلامی الدولی، احکام النقود الورقیۃ و تغیر قیمۃ العملۃ، الاردن، ۱۹۸۶ء، قرار رقم ۲۱، (۳/۹)
Majlis Majma' al Fiqh Ul Islāmī Addaulī, Āhkām Annaqud Al Waraqīyah Wa Taghyru Qimatul Amalah, Āl Urdan, Qarar Raqam 21 (9\3)
[17] مفتی تقی عثمانی، اسلام اور جدید معاشی مسائل، ادارہ اسلامیات، انارکلی، لاہور، ۲۰۰۸، ۱۰۶/۲

Muftī Taqī Usmanī ‹Islam Aur Jadīd Ma’āshī Masāil, Idārah Islāmīyat, Anārkalī, Lahore,2008,106\2

[18] مولانا مجاہد الاسلام قاسمی، جدید فقہی مسائل، ظلال القرآن فاؤنڈیشن، راولپنڈی، ۲۰۰۲ء، ص: ۲۴۸

Maulānā Mujāhid ul Islām Qāsmī, Jadīd Fiqhī Masāil, Zilāl ul Qurān Found’ation, Rāwalpindī, 2002, Ṣ:248

[19] ابن الھمام، علامہ محمد بن عبد الواحد، فتح القدیر، کتاب الصرف، المکتبۃ النوریہ الرضویۃ، سکھر، س ن، ۲۵۸/۶

Ibn ul Hamām, A’lāma Muhammad Bin Abdul Waḥid, Fatḥ ul Qadir, Kitāb us Ṣarf, Al Maktabah An Nurīyah Ar Rizvīyah, Sakhhar, S.N, 284\6

[20] وہبہ الزحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، دار الفکر دمشق، ۱۹۹۷ء، جلد ۲، ص ۲۰۴

Wahba Aẓuḥailī, Alfiqh Ul Islāmī Wa Addillatuhu, Dār ul Fikr, Damishq, 1997, Jild 2, Ṣ:204

[21] شیخ أحمد عبد الرحمن البنا الساعاتي، الفتح الرباني لترتیب مسند الإمام أحمد بن حنبل الشیباني، دار السلام الطباعۃ والنشر والتوزیع والترجمۃ، س۔ن، ج۸، ص ۲۵۱

Shaikh Āhmad Abdur Raḥmān Albana as Sa’ātī, Alfath Ar Rabbānī Li Tarteeb Masnad āl Imam Āhmad Bin Ḥanbal Ashaibānī, Darusslām At Ṭabbā’ah Wa Nashar Wa Tauẓi’ Wa Tarjamah, S.N, J 8, Ṣ:251

[22] الفقہ الاسلامی وادلتہ، جلد ۲، ص ۲۰۴

Alfiqh Ul Islami Wa Addillatuhu, Jild 2, Ṣ:204

[23] Rana Safdar Hussain, Money, Banking and Credit, Ilmi Kitab Khana, Lahore, 1972, P:194

[24] ابن واضح، احمد بن ابی یعقوب بن جعفر بن وہب، تاریخ الیعقوبی، مترجم: اختر فتح پوری، مولانا، نفیس اکیڈمی، کراچی، س ن، ۲۴۸/۲

Ibn Wāḍih, Āhmad Bin Abī Ya’qub Bin Ja’far Bin Wahb, Tārikh al Ya’qubī, Mutarajjam: Ākhtar Fath Purī, Maulana, Nafisa academī, Karachī, S.N, 248\2

[25] سید محمد یوسف الدین، اسلام کے معاشی نظریے، مطبع ابراہیم، انڈیا، ۱۹۵۰ء، ص: ۵۱۹

Syed Muhammad Yuṣuf Uḏḏin, Islām k Muā’shī Nazrīye, Maṭba’ Ibrāhim, Indīā, 1950, Ṣ:519

[26] امام القشیری، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، دار احیا التراث العربی بیروت لبنان، ۲۰۰۰، کتاب البیوع، باب بُطْلَانِ بَيْعِ الْمَبِيعِ قَبْلَ الْقَبْضِ: ۳۸۴۹

Imām Al Qushairi, Muslim Bin Ḥajāj, Sahih Muslim, Dar Ahyā Atturāth, āl Ārabi, Bairut, Lebonan, 2000, Kitab ul Buyu’,3549

[27] السید محمد باقر الصدر، البنک الاربوی فی الاسلام، دار التعارف للمطبوعات، بیروت، ۱۹۸۱ء، ص: ۲۲۱

Assayad Muhammad Bāqir Assadar, Al-Bank Al-Lā Ribawī Fil-Islām, Dar u Ta’āruf lil Maṭbu’āt, Bairut, 1981, Ṣ:221

[28] زر کا تحقیقی مطالعہ، ص: ۳۶۸، ۳۶۷

Ẓarr ka Ṭeḥqīqī Muṭāl’a, Ṣ:367-368

[29] شیخ مبارک علی، تعارف زر و بینکاری، رہبر پبلشرز، کراچی، ۱۹۹۱ء، ص: ۲۵۷

Shaikh Muhammad Mubārak Alī, Tā’ruf Ẓarr o Bankāri, Rahbar Publishers, Karāchī, 1991, Ṣ:257

[30] البقرہ، ۲: ۲۸۲

Al-Baqarah 2:282

[31] علامہ غلام رسول سعیدی، تبیان القرآن، فرید بک سٹال، لاہور، ۲۰۰۸ء، ص: ۱۰۰۵

Allāmah Ghulām Rasool Sa’īdī, Tibīan ul Quran, Farid Book St’āll, Lahore, 2008, Ṣ:1005

[32] Sharia Standards, P: 454

[33] اسلام اور جدید معیشت و تجارت، ص: ۱۲۲-۱۲۳

Islam Aur Jadīd Ma’īshat o Tijarat, Ṣ:122-123

[34] حافظ ذوالفقار علی، دورِ حاضر کے مالی معاملات کا شرعی حکم، ابوہریرہ اکیڈمی، لاہور، ۲۰۱۰ء، ص ۷۵-۷۶

Ḥafiz Zulfiqar Ali, Daur e Ḥaḍir Kay Mali Mu’amlat ka Sharai’ Ḥukum, Abu Hurairah Academy, Lahore, 2010, Ṣ:75-76

[35] عمر بن عبد العزیز المترک، الربا والمعاملات المصرفیۃ فی نظر الشریعۃ الاسلامیۃ، دار العاصمۃ للنشر والتوزیع، س ن، ص ۳۹۵

Umar Bin Abd Al Azīz Al Matrak, Ar-Riba Wa Al-Muaamalat Al-Masrafiya Fi Nazar Ashara’iah Al Islamīah, Dar ul Asimah Li Nashar Wa Al Tauzi’, S.M, Ṣ:395

[36] محمد تقی عثمانی، صیغہ مفترحۃ لقانون البیع الاسلامی، مترجم: فرید احمد بن رشید کاوی، جامعہ علوم القرآن جمبوسر، ۲۰۱۶ء، ص ۳۳
Muhammad Taqī Usmanī, Sighah Muftariḥa Li Qanun al Bai’ Al Islāmī, Mutarajam: Farīd Āhmad Bin Rāshid Kāvī, Jām’ah Ulum ul Quran, Jambusar, 2016, Ṣ:33

[37] ابی بکر محمد بن الحسین بن علی البیہقی، السنن الکبری، کتاب البیوع، باب ماجاء فی السفائج، دار الکتب العلمیۃ بیروت، ۲۰۰۳، ۵۷۶/۵
Abī Bakr Muhammad Bin Al Ḥussyn Bin Alī Al Bayhqī, As Sunan āl Kubrā, Kitab ul Buyu’, Bāb Mā Jā Fī āl Safaij, Dar ul Kutub al Ilmīah, Bairut, 2003, 576\5

[38] الفقہ الاسلامی وادلتہ، ۲۰۷
Alfiqh Ul Islamī Wa Addillatuhu, Ṣ:207

[39] محمد تقی عثمانی، فقہ البیوع، مکتبہ معارف القرآن کراچی، ۲۰۱۵ء، ۳۵۳
Muftī Taqī Usmanī, Fiqh ul Buyu’, Maktabah Ma’arif Ul Quran, Karachī, 2015, 383

[40] زر کا تحقیقی مطالعہ، ص ۴۰۵
Zarr kā Teḥqīqī Mutal’a, Ṣ:405

[41] علامہ غلام رسول سعیدی، شرح صحیح مسلم، فرید بک سٹال، لاہور، س.ن، ۴/۱۱۱-۱۱۲
Allāmah Ghulām Rasul Sa’idī, Sharah Sahih Muslim, Farid Book St’all, Lahore, S.N, 111-112\4

[42] مولانا محمد اسامہ، کریڈٹ کارڈز کے شرعی احکام، دار الاشاعت کراچی، ۲۰۰۵ء، ص ۲۷
Maulānā Muhammad Usāmah, Kredit’ Kārd’ẓ k Sharai’ Aḥkam, Dār ul Ashā’at, Karāchī, 2005, Ṣ:27

[43] لویس معلوف، المنجد، المکتبۃ الشرقیۃ البیروت، ۱۹۸۶ء، ص ۴۲
Luīs Ma’luf, Al-Munjad, Al-Maktabah as Sharqīyah, Albaīrut, 1986, Ṣ:42

[44] المعجم الوسیط، ص ۲۱
Al Mu’jam Al Wasīṭ, Ṣ:21

[45] شریعہ سٹینڈرڈز، ص ۷۲؛ زر کا تحقیقی مطالعہ، ص ۳۹۰
Sharī’ah St’and’ard’z, Ṣ:72, Ẓar kā Tehqīqī Mutal’a, Ṣ:390

[46] دور حاضر کے مالی معاملات کا شرعی حل، ص ۵۰
Daur e Ḥaḍir Kay Malī Mu’amlat ka Shara’ī Hukum, Ṣ:50

[47] N.S. Doniach, Concise Oxford Arabic Dictionary of Current Usage, Oxford University Press Inc, New York, 1982, P:83

[48] Feroz Sons, English to English and Urdu Dictionary, Feroz sons pvt. Ltd, P:197

[49] جدید فقہی مسائل، ص ۲۳۳
Jadīd Fiqhī Masāil, Ṣ:233

[50] بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈز کے شرعی احکام، ص ۶۱
Bank se Jari Hone Wale Mukhtalif Kārd’z k Shara’i Ahkam, Ṣ:61

[51] فقہ اسلامی وادلتہ، ۱۰/۱۷۷
Ālfiqh Ul Islāmi Wa Addillatuhu, 177\10

[52] اسلام اور جدید معاشی مسائل، ۴/۵۱
Islam Aur Jadid Ma’ashī Masail, 51\4

[53] جدید فقہی مسائل، ص ۲۳۴-۲۳۵
Jadīd Fiqhī Masāil, Ṣ:234-235

54 دار الافتاء والتحقیق کا فتویٰ مورخہ ۱۶ محرم الحرام ۱۴۲۹ھ
Dārul Īftā wa Taḥqīq kā Fatwā, Maurakhah 16 Muharram al Harām, 1429 H

55 فتویٰ جامعہ اشرفیہ، مورخہ ۱۳ صفر المظفر ۱۴۲۹ھ
Fatwah Jamia Ashrafiya, Maurakha 13 Safar Al Muzafar 1429H

56 اسلام اور جدید معاشی مسائل، ص ۱۵۱-۱۵۲
Islām Aur Jadīd Ma'āshī Masaīl, 151-152

57 بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ کے شرعی احکام، اسلامک فقہ اکیڈمی، انڈیا، ۲۰۰۷ء، ص ۱۹
Bank se Jāri Hone Wāle Mukhtalīf Kārďẓ k Shara'ī Āhkām, Islamīc Fīqh Akad'mī, Indīa, 2007, Ṣ:19

58 بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ کے شرعی احکام، ص ۶۵
Bank se Jārī Hone Wāle Mukhtalīf Kārďẓ k Shara'ī Āhkām, Ṣ:65

59 شریعہ سٹینڈرڈز، ص ۷۵
Sharī'ah Sťanďarďẓ, Ṣ:75

60 English to English and Urdu Dictionary, P:210

61 دور حاضر کے مالی معاملات کا شرعی حکم، ص ۵۲
Daur e Ḥāḍir Kay Mālī Mu'āmlāt ka Shara'ī Hukum, Ṣ:52

62 مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، جدید مالیاتی ادارے فقہ اسلامی کی روشنی میں، کتب خانہ نعیمیہ، انڈیا، ۲۰۱۴ء، ص ۳۲
Maulānā Khālid Saif Ullāh Reḥmānī, Jadīd Mālyatī Idāray Fiqh Islamī Kī Roshnī Main, Kutub Khānā Na'īmīa, Inď'iā, 2014, Ṣ:32

63 زر کا تحقیقی مطالعہ، ص ۳۹۲
Ẓarr ka Tehqīqī Mutāl'ah, Ṣ:392

64 صحیح بخاری، کتاب الحوالہ، باب الحوالہ، وہل یرجع فی الحوالۃ، ح ۲۲۸۷
Saḥiḥ Bukhārī, Kitāb al Ḥawālah, Bāb al Ḥawālah, Wa Hal Yrja'u Fīl Ḥawālah, H 2287

65 بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈز کے شرعی احکام، ص ۲۰-۱۹
Bank se Jārī Hone Wāle Mukhtalīf Kārdẓ k Shara'ī Aḥkām, Ṣ:19-20

66 شریعہ سٹینڈرڈز، ص ۷۴
Sharī'ah Sťandardẓ, Ṣ:74

67 دورِ حاضر کے مالی معاملات کا شرعی حکم، ص ۵۲
Daur e Hāḍīr Kay Mali Mu'amlat ka Shara'ī Hukum, Ṣ:52

68 کریڈٹ کارڈ کے شرعی احکام، ص ۱۱۵
Kreďiť Kārďs k Sharai' Ahkam, Ṣ:115

69 International Monetary Fund: Virtual Currencies and Beyond: Initial Considerations, Published:2016, p 7

70 محمد اویس پراچہ، ورچوئل کرنسیوں کی شرعی حیثیت۔ رفیق دار الافتاء، جامعۃ الرشید، کراچی، ۲۰۱۸ء، ص ۲۸۱
Muhammad Āwais Parāchah, Virčual Karansīon kī Shara'ī Ḥaisīyyat, Rafīq Dār ul Iftā, Jam'a tur Rashīd, Karāchī, 2018, Ṣ:281

71 ورچوئل کرنسیوں کی شرعی حیثیت، ص ۲۸۹
Virčual Karansīon kī Shara'ī Ḥaisīat, Ṣ:289